حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی اُموی رحمۃ اللہ علیہ
قسط: اوّل

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فن تاریخ کا کام اتنا ہے کہ واقعات کو دیانت داری سے ٹھیک ٹھیک بیان کر دے۔ اس سے کیا نتائج نکلتے ہیں اور کسی فرد یا جماعت کا دینی یا دنیاوی مقام ان واقعات کی روشنی میں کیا ٹھہرتا ہے، یہ فن تاریخ کے موضوع سے الگ ایک چیز ہے جس کو فقہ التاریخ تو کہہ سکتے ہیں تاریخ نہیں۔

پھر عام دنیا کے افراد و رجال اور جماعتوں کے بارے میں فقہ التاریخ انھیں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتا ہے اور فن تاریخ کا ہر واقف و ماہر ایسے نتائج اپنی اپنی فکر ونظر کے مطابق نکال سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاملے میں عام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا جائے۔ بلکہ صحابہ کرام ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام اُمّت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے اس واسطے کے بغیر نہ اُمّت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے (لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ. تاکہ (اے پیغمبر) آپ ان کو کھول کر بیان کریں وہ کتاب جو اُن کی طرف نازل ہوئی) (سورۃ النحل: ۴۴) نہ رسالت اور نہ اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہوسکتا ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھی آپ کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن وفرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے آپ کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کی سیرت رسول اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جزو ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے ہیں، ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو جدید اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں درآمد کر لی گئی ہیں ان میں ہر چیز کی تحقیق وتنقید بھی ہے۔ تحقیق وتنقید فی نفسہٖ کوئی بُری چیز نہیں، خود قرآن کریم نے اس کی طرف دعوت دی ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا. (الفرقان: ۷۳) یعنی اللہ کے یہ صالح بندے اور نیک بندے آیات الٰہیہ پر اندھے بہروں کی طرح نہیں گر پڑتے کہ بے تحقیق جس طرح اور جو چاہیں عمل کرنے لگیں، بلکہ خوب سمجھ بوجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ لیکن اسلام نے ہر چیز ہر کام کے کچھ حدود مقرر کیے ہیں، ان کے دائرے

میں رہ کر جو کام کیا جائے وہ مقبول و مفید سمجھا جاتا ہے۔

افسوس ہے کہ اس زمانے کے بہت سے اہلِ قلم بھی اس نئے طرزِ تنقید سے متاثر ہوگئے۔ بغیر کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح و تنقید کا ہدف بنا لینا، ایک محقق ہونے کی علامت سمجھی جانے لگی ہے۔ اسلافِ اُمّت اور ائمہ دین پر تو یہ مشق ستم بہت زمانے سے جاری تھی، اب بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اپنے آپ کو اہلِ سنّت والجماعت کہنے والے بہت سے اہلِ قلم نے اپنی تحقیق اور علمی توانائی کا بہترین مصرف اسی کو قرار دے لیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم شخصیتوں پر جرح و تنقید کی مشق کی جاوے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پورے بنو ہاشم کو ہدفِ تنقید بنا ڈالا اور دوسرے طبقے نے قلم اٹھایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں بلکہ پورے خاندان پر اسی طرح کی جرح و تنقید سے کام لیا اور اس میں صحابہ کرام کے ادب و احترام تو کیا اسلام کے عادلانہ اور حکیمانہ ضابطۂ تنقید کی بھی ساری حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ جس کے نتیجے میں نئی تعلیم پانے والے نوجوان جو علم دین اور آداب دین سے ناواقف، یورپ کی تہذیب کے دلدادہ ہیں، وہ ان دونوں سے متاثر ہوئے اور ان کے حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن دراز ہونے لگی۔ اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّت کے درمیانی واسطہ ہیں اُن کو دنیا کے عام سیاسی لیڈروں کی صف میں دکھایا جانے لگا، جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو گمراہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والے تو ایک گمراہ فرقہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، جن کی باتوں سے عام مسلمان متاثر نہیں ہوتے بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اب یہ فتنہ خود اہلِ سنت والجماعت کہلانے والے مسلمانوں میں پھوٹ پڑا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خدانخواستہ اگر مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے اعتماد کو کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے، نہ حدیث پر، نہ دینِ اسلام کے کسی اصول پر۔ اس کا نتیجہ کھلی توہین، فحاشی، عریانی، حرام خوری، قتل و غارت گری اور باہمی جنگ و جدال مسلمانوں میں طوفانی رفتار سے بڑھ رہا ہے اور دشمنانِ اسلام کی ہر جگہ مسلمان پر یلغار ہے۔ اس وقت میں ان محققین، ناقدین نے گڑے مردے اکھاڑنے اور سوئے ہوئے فتنے بیدار کرنے کو اسلام کی بڑی خدمت کیوں سمجھا، اس بحث کو چھوڑ کر میں اس چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں جو ان حضرات کے لیے مغالطہ کا سبب بنی۔ اور پھر ان کے عمل سے دوسرے لوگوں کے لیے، بہت سے دینی مسائل میں مغالطوں کا ذریعہ بن گئی۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیتوں کو بھی عام رِجالِ اُمّت کی طرح صرف تاریخی روایات کے آئینہ میں دیکھا اور تاریخ کی صحیح و سقیم روایات کے مجموعہ سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے، وہ مقام ان مقدس شخصیتوں کے لیے تجویز کر لیا اور ان کے اعمال و افعال کو اسی دائرے میں رکھ کر پرکھا۔ قرآن و سنت کی نصوص اور امّت کے اجماعی عقیدہ نے جو امتیاز صحابہ کرام کی ذات و شخصیات کو عطا کیا ہے وہ نظر انداز کر دیا گیا۔ وہ امتیازی خصوصیت

حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں ''رضی اللہ عنہم'' اور ان کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا اور جمہورِ اُمّت نے ان کی ذات وشخصیات کو اپنی جرح وتنقید سے بالاتر قرار دیا۔

جن حضرات نے مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم (یعنی صحابہ کرام کے باہمی اختلافات) کے معاملے کو تاریخی روایات سے چکانے اور انھیں کی بنیاد پر اُن کے فیصلے صادر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، ان کو مغالطہ یہیں سے لگا ہے کہ یہ تاریخی روایات جن کتابوں سے لی گئی ہیں ان کے مصنفین بڑے ثقہ علماء اور حدیث وتفسیر کے امام مانے گئے ہیں۔ اس پر غور نہیں کیا کہ وہ اس کتاب میں عقائد اور اعمال شرعیہ کی بحث لے کر نہیں بیٹھے بلکہ فن تاریخ کی کتاب لکھ رہے ہیں، جس میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات بلا تنقید جمع کر دینے پر ہی اکتفا کرنے کا معمول، معلوم ومعروف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے عقیدہ یا عمل کا مسئلہ ثابت کرنا چاہے تو روایت اور راوی کی محدثانہ تنقید وتحقیق اس کی اپنی ذمہ داری ہے۔ وہ ائمہ فن اس سے بری ہیں۔ علماء محققین نے اس کو پوری طرح واضح کر دیا کہ عقائد واعمال شرعیہ کے معاملے میں تاریخی روایات جو عموماً صحیح وسقیم، معتبر وغیر معتبر کا مخلوط مجموعہ ہوتی ہیں، ان کو نہ کسی مسئلہ کی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے نہ بلا تحقیق محدثانہ، ان سے استدلال کر کے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ کا مسئلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ ہے یا احکام شرعیہ کا ایک اہم باب۔ پوری اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی معرفت، ان کے درجات اور ان میں پیش آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت صحابہ تو علم حدیث کا اہم جز ہے اور صحابہ کے مقام اور باہمی تفاضل ودرجات ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات کے فیصلے کو علمائے اُمّت نے عقیدے کا مسئلہ قرار دیا ہے۔

اب تک (سابقہ تحریر میں) اتنی بات واضح ہو چکی ہے کہ صحابہ کرام جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ اُمّت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمّت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام اُمّت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص وتصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر اُمّت کا اجماع ہے۔ اس کو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور اجماع اُمّت کے مقابلہ میں متروک ہوگی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

(۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح)

ترجمہ: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں

اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔''

عام مفسرین اور امام قرطبی وغیرہ نے فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام کی پوری جماعت داخل ہے اور اس میں تمام صحابہ کرام کی تعدیل ان کا تزکیہ اور ان پر مدح وثناء خود مالکِ کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

ابوعروہ زبیری کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت امام مالک کی مجلس میں تھے، لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض صحابہ کرام کو برا کہتا تھا۔ امام مالک نے یہ آیت لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کسی کے متعلق غیظ ہو، وہ اس آیت کی زد میں ہے۔ یعنی اس کا ایمان خطرہ میں ہے کیونکہ آیت میں کسی صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی ہے۔

(۲)　سورۂ حشر میں حق تعالیٰ نے عہد رسالت کے تمام موجود اور آئندہ آنے والے مسلمانوں کا تین طبقے کر کے ذکر کیا ہے۔

پہلا مہاجرین کا۔ جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا:

اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ　　یعنی یہی لوگ سچے ہیں۔

دوسرا انصار کا۔ جن کی صفات وفضائل ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم نے فرمایا:

اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ　　یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والا ہے، ان کے بارے میں فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا. (الحشر)

''اور وہ لوگ جو بعد میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں سے کوئی بغض نہ کرنا۔''

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہاجرین وانصار صحابہ کے لیے استغفار کرنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا ہے اور یہ حکم اس حال میں دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم تھا کہ ان کے باہم جنگ و مقاتلہ بھی ہوگا، علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد اسلام میں اس شخص کا کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرام سے محبت نہ رکھے اور ان کے لیے دعا نہ کرے۔

(۳)　وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ

أُولٰئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (الحجرات)

ترجمہ: ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب کر دیا اور اس کو تمھارے دلوں میں مزین بنا دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمھارے لیے مکروہ بنا دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور نعمت سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں بلا استثناء تمام صحابہ کرام کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسق اور گناہوں کی نفرت ڈال دی ہے۔ اس جگہ فضائل صحابہ کی سب آیات پیش نظر نہیں بلکہ ایک دو آیات کو ذکر کر کے ان کے مقام اور مرتبہ، ان کا مقبول عنداللہ ہونا، اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا اور ابدی جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا ثابت کرنا ہے۔

اسی طرح جن احادیث نبویہ میں جماعت صحابہ کے فضائل و خصوصیات کا ذکر ہے وہ چند روایات لکھی جاتی ہیں۔

(۱) صحیحین اور ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِیْ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفَ.

ترجمہ: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے کوئی آدمی اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔'' (جمع الفوائد)

''مُد'' عرب کا ایک پیمانہ ہے جو وزن کے لحاظ سے آج کل کے مروج تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اس حدیث نے بتلایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت وہ نعمت عظیمہ ہے جس کی برکت سے صحابی کا ایک عمل دوسرے کے مقابلے میں وہ نسبت رکھتا ہے کہ ان کا ایک سیر بلکہ آدھا سیر دوسرے کے پہاڑ برابر وزن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، ان کے اعمال کو دوسروں کے اعمال پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس حدیث کے شروع میں جو یہ ارشاد ہے لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِیْ یعنی میرے صحابہ پر سبّ نہ کرو۔ لفظ سبّ کا ترجمہ اردو میں عموماً گالی دینا کیا جاتا ہے، جو اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں کیونکہ گالی کا لفظ اردو زبان میں فحش کلام کے لیے آتا ہے۔ حالانکہ لفظ سبّ عربی زبان میں اس سے زیادہ عام ہے، ہر اس کلام کو عربی میں سبّ کہا جاتا ہے جس سے کسی کی تنقیص، توہین یا دل آزاری ہوتی ہو۔ گالی کے لیے ٹھیٹ لفظ عربی میں شتم آتا ہے۔

(۲) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ. (جمع الفوائد، ص:۴۹۱، ج:۲)

ترجمہ: ''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم دونوں یعنی صحابہ اور تم سے بدتر ہیں۔''

ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو ان کو برا کہنے والا ہے، اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے والا مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے۔

مذکورالصدر آیات واحادیث میں صرف یہی نہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا اور ان کو رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اُمّت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو بُرا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے۔

اُمّت محمدیہ علیٰ صٰحبھا الصلوٰۃ والتسلیمات کا ہمیشہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی اصول پر اجماع و اتفاق رہا ہے، جو اوپر کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت کیا گیا ہے۔

(۱) امام احمدؒ کا اپنا ایک رسالہ اصطخری کی روایت سے منقول ہے، اس میں فرمایا:

لا یجوز لاحد ان یذکر شیئا من مساویھم و لا ان یطعن علی احد منھم بعیب و لا نقص فمن فعل ذٰلک وجب تأدیبه و قال المیمونی سمعت احمد یقول ما لھم و معاویه نسأل اللّٰه العافیة و قال لی یا ابا الحسن اذ ارأیت احداً یذکر اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بسوء فاتھمه علی الاسلام. (ذکرہ ابن تیمیہ فی الصارم المسلول)

ترجمہ: کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ ان کی کوئی برائی ذکر کرے، اور ان پر کسی عیب یا نقص کا الزام لگائے جو شخص ایسا کرے، اس کی تادیب واجب ہے اور میمونیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہ کی برائی کرتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کا ذکر برائی کے ساتھ کر رہا ہے، اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو۔

(۲) امام نوویؒ (شارح مسلم) نے اپنی کتاب ''تقریب'' میں فرمایا:

الصحابة کلم عدول من لا بس الفتن و غیرھم باجماع من یعتد به.

ترجمہ: ''صحابہ سب کے سب عدول ہیں، جو اختلافات کے فتنہ میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔''

(۳) علامہ سیوطیؒ نے اسی ''تقریب'' کی شرح ''تدریب الراوی'' میں فرمایا:

''ان سب حضرات کا تعدیل وتنقید سے بالاتر ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرات حاملان شریعت ہیں، اگر ان کی عدالت مشکوک ہو جائے تو شریعت محمدیہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک ہی محدود ہو کر رہ جائے۔''

(۴) امام ابوزرعہؒ عراقی جو امام مسلمؒ کے اساتذہ میں سے ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

اذا رأیت الرجل ینقص احدًا من اصحاب رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم فاعلم أنه